بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ترجمان القرآن جلد ۳۳، عدد ۵ میں جماعت اسلامی کی قوت کے نشوو ارتقا کے چند بنیادی لوازم کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اسی سلسلے میں ایک دوسرا ضروری پہلو اس قابل نظر آتا ہے کہ اس پر بھی کچھ کہا جائے۔

جماعتی زندگی جہاں توسیع (Expansion) کی متقاضی ہوتی ہے وہاں وہ استحکام (Consolidation) کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ اس کی ترقی کا تعلق اگر ایک طرف ارکان کی تعداد کے اضافے سے ہوتا ہے تو دوسری طرف ان کی اصول و مقصد سے وابستگی اور ان کی سیرت کی مضبوطی سے بھی ہوتا ہے۔ جماعتوں کے لئے جتنا یہ امر تشویشناک ہو سکتا ہے کہ ان میں نئی بھرتی کی رفتار کم ہو جائے اس سے زیادہ یہ صورت حالات ان کے لئے خطرناک ہوتی ہے کہ ان کے افراد کا تعلق اصول و مقصد سے کمزور ہو رہا ہو، ان کی سیرتوں کا معیار پست ہونے لگے ان میں محرکات عمل کمزور ہونے لگیں یا ان میں نظم، سمع و طاعت کا احترام برقرار نہ رہے۔

اوسط درجے کے حالات میں اصولی جماعتوں کے ارباب امر (Leaders) اور ارکان کی رائے عام توسیع سے زیادہ استحکام کے پہلو پر متوجہ رہتی ہے لیکن جب جماعتی زندگی کسی ہمہ گیر کشمکش کے مرحلوں میں داخل ہوتی ہے تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جماعتیں "کثرت تعداد" کی ضرورت کو بشدت محسوس کرنے لگتی ہیں، اور اس حالت میں جہاں وہ غلطی کرتی ہیں کہ نئی بھرتی کے معاملے میں اپنا معیار گرا دیتی ہیں، وہاں وہ تطہیر (Purge) کے فرض کی ادائیگی میں تساہل کرنے لگتی ہیں۔ اس حالت میں بظاہر تو ایک جماعت یہ محسوس کرتی ہے کہ وہ مسلسل بڑھ رہی ہے اور اس کا دائرۂ اثر دور دور تک پھیلا جا رہا ہے لیکن درحقیقت اس کی قوت گھٹ رہی ہوتی ہے وہ اپنے اندر ایک طرف جمود کو بار پانے کا موقع دیتی ہے اور دوسری طرف انتشار کے داخلے کے لئے دروازے کھول دیتی ہے۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو اس کی مجموعی قوت کا ایک بڑا حصہ اندر کے خلفشاروں کا مقابلہ کرنے اور جمود زدہ قوتوں کو اکسانے میں صرف ہوتا رہتا ہے یا پھر وہ داخلی مفسدات کے بارے میں آہستہ آہستہ لاپرواہی کا رویہ اختیار کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ

اصولی جماعت کی سطح سے گر کر محض ایک سیاسی جتھا یا مذہبی فرقہ بن جائے!

قوت محض تعدادِ افراد کا نام نہیں ہے ـــــ بلکہ افراد کی تعداد سے جو قوت ایک جماعت کے خزانے میں جمع ہوتی ہے اس کی مقدار کا انحصار افراد کی قوتِ ایمانی، ان کے اخلاق اور ان کی پابندیٔ نظم کی کیفیت پر ہوتا ہے چنانچہ قرآن کے اس دعویٰ کی تائید میں تاریخ انسانی کے ہزاروں اعجوبے پیش کئے جاسکتے ہیں کہ:

کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً	کتنی ہی ایسی قلیل التعداد جماعتیں ہیں جو کثیر التعداد جماعتوں پر غالب ہوئیں۔

یہی وہ نظریۂ قوت تھا جس کے مطابق قرونِ اولیٰ کی "جماعتِ اسلامی" کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ:۔

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین ج وان یکن منکم مائۃٌ یغلبوا الفاً من الذین کفروا	تم میں سے اگر بیس صبر کیش (معرکہ آرا) ہوں تو وہ دو سو (دشمنوں) کو مغلوب کر لیں گے، اور اگر تم میں سے سو ہوں تو وہ کفر کرنے والوں کے ہزار افراد پر غالب آجائیں گے!

یہ ایک حالت تھی جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، اس کے بعد تعداد بڑھ گئی، لیکن قوت کے اصل جوہر میں کمی آچکی تھی، لہٰذا اجتماعی قوت کا معیار بدل گیا اور اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ:۔

الئٰن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاً ط فان یکن منکم مائۃٌ صابرۃ یغلبوا مأتین ج وان یکن منکم الفٌ یغلبوا الفین باذن اللہ	اب اللہ نے تم پر سے (ذمہ داریوں کا) بوجھ کم کر دیا اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری آچکی ہے سو اب اگر تم میں سے ایک سو صبر کیش ہوں تو وہ دو سو کو شکست دے سکیں گے! اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (دشمنوں) پر غالب آجائیں گے!

درحقیقت اجتماعی قوت کا فارمولا کچھ اس طرح کا ہے۔ تعداد افراد × ایمان سیرت × پابندی نظم =

سرگرمی عمل)۔ جماعتی قوت۔

اس فارمولے کے تحت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد ایک ہی فرد ہوتا ہی کبھی وہ دو کے برابر ہوجاتا ہے کبھی وہ پانچ اور دس کے مساوی قرار پاتا ہے اور بالکل اسکے برعکس بھی ہوسکتا ہے کہ ایک فرد ایمان و اخلاق کی قوت کے لحاظ سے ایک معیاری فرد کے مقابلے آدھا، چوتھائی یا تہائی قرار پائے، بلکہ وہ اگر اور نیچے گرے تو پھر ایک مثبت درجہ رکھنے کے بجائے وہ کسی منفی درجے پر اتر سکتا ہو یعنی بجائے اس کے کہ اس کے وجود سے جماعتی قوت میں اضافہ ہو، اُلٹی کمی واقع ہونے لگے گی! بس جماعتی زندگی میں ناگزیر ہے کہ افراد کو صرف گنا ہی نہ جائے، بلکہ تولا بھی جائے، ورنہ محض کثرتِ تعداد اثاثہ (asset) ہی نہیں ہوتی، یہ بسا اوقات ذمہ داری (Liability) بن جاتی ہے۔

غیر اصولی جماعتیں اس نظریۂ قوت کی زیادہ پرواہ نہیں کیا کرتیں، بلکہ وہ اپنی تمام تر توجہ کثرتِ تعداد پر مرتکز رکھنی ہیں خصوصیت سے اگر ان کو معرکہ آرائی کے کسی لمحے سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ اپنی "گنتی" کو بڑھانے یا کم سے کم جوں کا توں قائم رکھنے کی بڑی کوشش کرتی ہیں۔ وہ افراد کو خوش کرنے اور ساتھ لینے کے لئے ان سے ہر طرح کا سودا (Compromise) کر گذرتی ہیں!

لیکن اصولی جماعتیں تعداد پرستی کے فتنہ سے اپنے آپ کو بچانے کی پوری پوری کوشش کرتی ہیں ــــ بالخصوص جب ان کو کسی معرکے سے سابقہ پیش آجائے تو پھر وہ اور زیادہ توجہ سے اپنی "شاخ تراشی" کرتی ہیں اس لشکر کو آپ کیا احمقوں کی ٹولی نہ سمجھیں گے جو میدانِ جنگ کی طرف مارچ کرتے ہوئے محض اپنی کثرتِ تعداد کو برقرار رکھنے کے لیے سینکڑوں مریضوں، لولوں، لنگڑوں اور نابیناؤں کو اپنے ساتھ لادے لئے جارہا ہو، پھر اتنا ہی نہیں، مرنے والوں کے لاشے بھی تابوتوں میں بند سپاہیوں کے کندھوں پر رکھے ہوں، اور پھر حماقت کی حد یہاں بھی ختم نہ ہو، بلکہ لشکر میں ایسے "جانبازوں" کے لئے بھی جگہ ہو جو آگے بڑھنے والوں کو پکڑ پکڑ کر پیچھے کی طرف کھینچ رہے ہوں اور جو ہر ہر قدم پر مختلف قسم کے اڑنگے لگانے میں سرگرم رہیں۔

کوئی اصولی جماعت میدانِ جدوجہد کی طرف بڑھتے ہوئے اس لشکر کی سی حماقت نہیں کر سکتی۔ وہ صرف یہی نہ دیکھے گی کہ سپاہیوں کی کتنی زیادہ سے زیادہ تعداد محاذ پر لے جاسکتی ہے بلکہ یہ بھی دیکھے گی کہ

کتنے افراد میں مقصد کے لئے جان لڑانے کا سچا جذبہ ہے۔ کتنے افراد کی صحت و توانائی قابلِ اعتماد ہے اور کتنے افراد میں ضبط و نظم کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت ہے۔

جماعتِ اسلامی کا قیام ایک بہت بڑے انقلابی مقصد کے لئے ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت نے اوّل روز سے توسیع سے بڑھ کر استحکام کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس کے سامنے صرف تعداد کا سوال نہیں رہا بلکہ ایمان و اخلاق کے معیار کی اہمیت پر بھی اس کی پوری توجہ قائم رہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے اپنے دائرہ سے باہر کے مسلمانوں کے سے تمام تعلقات کو برقرار رکھنے کے باوجود رکنیت کے دروازے ان پر چوپٹ نہیں کھول دیئے بلکہ عقیدہ و عمل کے بنیادی تقاضوں کے پورا کرنے کو داخلۂ رکنیت کے لئے لازم ٹھہرایا ہے یہ اس وجہ سے کہ جماعت اسلامی کے سامنے ایک بھاری کام ہے جس کے متعلق امیر جماعت نے ۲۵، اپریل ۱۹۴۵ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:۔

"آپ کی مٹھی بھر جماعت کو آئندہ پانچ سال میں —— ایسے پانچ سال جو اسلام اور مسلمانوں اور خود آپ کے حق میں فیصلہ کن ہیں —— بہت بڑا کام کرنا ہے۔ اتنا بڑا کام جو پہاڑ کھود کر جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ آپ کو مسلمانوں کی رائے عام اور اُن کے قومی رویّے کا رُخ بدلنا ہے، آپ کو عامۃ المسلمین کی اقتصادی، اخلاقی اور تمدنی اصلاح کرنی ہے، آپ کو مسلمانوں کے اہلِ دماغ طبقے میں نفوذ کرنا ہے اور اُسے ذہنی و عملی انتشار سے بچا کر اسلامی انقلاب کی راہ پر لگانا ہے۔"

اسی بھاری کام کے سلسلے میں اجتماع دربھنگہ (اکتوبر ۱۹۴۳ء) میں امیر جماعت نے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ:۔

"ہمارے پیشِ نظر صرف یہ نقشہ ہے کہ عوام کی سربراہ کاری کے لئے ایک ایسی مختصر جماعت فراہم کر لی جائے جس کا ایک ایک فرد اپنے بلند کیریکٹر کی جاذبیت سے ایک ایک علاقے کے عوام کو سنبھال سکے، اس کی ذات عوام کا مرجع بن جائے۔

اور کسی مصنوعی کوشش کے بغیر بالکل فطری طریقہ سے عوام کی لیڈر شپ کا منصب اسے حاصل ہو جائے۔"

ایک بڑے نصب العین کے لئے صالح طریقہ کار کے تحت کام کرنے والی جماعت کو رکنیت کے معیار کے بارے میں جتنا محتاط ہونا چاہیے اس کے لئے جماعت کے پہلے ہی اجتماع میں ارکان کو متنبہ کر دیا گیا تھا اور پھر اس سلسلہ میں کئی بار پالیسی کی وضاحت ہوتی رہی حسب ذیل حوالے ملاحظہ ہوں :۔

(۱) "جماعت میں جب کوئی نیا شخص داخل ہو تو اسے پورا احساس ذمہ داری دلا کر ازسر نو کلمۂ شہادت ادا کرایا جائے ــــ اس تجدید ایمان کے موقع پر ہر شخص کو متنبہ کر دیا جائے کہ یہ دراصل زندگی کے ایک نئے باب کا افتتاح ہے جو کچھ تم ابتک تھے وہ اب نہیں رہے آج سے تم ایک پابند نظام مومن کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کر رہے ہو آج سے تمہاری زندگی ایک بامقصد زندگی بن رہی ہے اور تم خدا اور مومنوں کو گواہ بنا رہے ہو کہ تمہاری تمام سعی و جہد اس مقصد کے لئے اس نظام کی پابندی میں صرف ہو گی۔"

(روداد اجتماع اوّل ص۲۰)

(۲) "جماعت کے ارکان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایک بہت بڑا دعویٰ لیکر بہت بڑے کام کے لئے اٹھ رہے ہیں۔ اگر ان کی سیرتیں ان کے دعویٰ کی نسبت سے اس قدر پست ہوں کہ نمایاں طور پر ان کی پستی محسوس ہوتی ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے دعوے کو مضحکہ بنا کر رکھ دیں گے۔ اس لئے ہر شخص کو جو اس جماعت میں داخل ہو اپنی دوہری ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے۔ خدا کے سامنے تو وہ بہرحال ذمہ دار ہے مگر خلق خدا کے سامنے بھی اس کی ذمہ داری سخت ہے جس بستی میں بھی آپ لوگ موجود ہوں وہاں کی عام آبادی سے آپکے اخلاق بلند تو ہونے چاہئیں بلکہ آپ کو بلندیٔ اخلاق، پاکیزگیٔ سیرت، اور دیانت و امانت میں ضرب المثل بن جانا چاہیے۔ آپ کی ایک معمولی لغزش نہ صرف جماعت کے دامن پر بلکہ اسلام کے دامن پر دھبہ لگے گی اور آپ بہت سے لوگوں کے لئے سبب گمراہی بن جائیں گے۔"

(روداد اجتماع اوّل ص۲۹-۳۰)

(۳) "ہم کسی شخص کو اس معروضہ پر نہیں لیتے کہ وہ مسلمان تو ہو گا" بلکہ جب وہ کلمۂ طیبہ کے معنی و مفہوم اور

مقتضیات کو جان کر اس پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہے، تب اسے جماعت میں لیتے ہیں، اور جماعت میں آنے کے بعد اُس کے جماعت میں رہنے کے لئے اس بات کو شرط لازم قرار دیتے ہیں کہ اسلام میں جو کم سے کم مقتضیات ایمان ہیں اُن کو پورا کرے۔ اس طرح انشاء اللہ قوم میں سے صرف صالح عنصر ہی چھٹ کر جماعت میں آئے گا اور جو جو صالح بنتا جائے گا اس جماعت میں داخل ہوتا جائے گا"۔

(روداد اجتماع اوّل صٖ)

(۳) "ارکان جماعت کی تعداد میں اضافہ کرنے کی خاطر خام یا نیم پختہ آدمیوں کی بھرتی نہ کی جائے بلکہ صرف ان لوگوں کو جماعت میں داخل کیا جائے جو جماعت کے مسلک کو اچھی طرح سمجھ چکے ہوں جن کے خیالات میں پراگندگی باقی نہ رہی ہو اور جنہوں نے دستور جماعت کی ذمہ داریوں کو بھی سمجھ لیا ہو ۔۔۔ عام طور پر لوگوں کو شرکت جماعت کی دعوت[1] نہ دی جائے بلکہ اس عقیدے اور نصب العین کی تبلیغ کی جائے جس پر جماعت قائم ہوئی ہے، پھر ان میں سے جو لوگ اس حد تک متاثر ہو جائیں کہ ان کی زندگی میں عملاً تبدیلی ہونی شروع ہو جائے اور وہ خود جستجو کرنے لگیں کہ اس نصب العین کے لئے کام کرنے کا راستہ کیا ہے، تب ان کے سامنے جماعت کا دستور پیش کیا جائے اور دستور کو دیکھ کر جب وہ جماعت میں شریک ہونے کی خود خواہش کریں تب بھی انہیں فوراً داخل جماعت نہ کر لیا جائے، بلکہ انہیں بار بار سوچنے کا موقع دیا جائے، اور جب وہ خوب سوچ سمجھ کر شرکت جماعت کا فیصلہ کر لیں تو ادائے شہادت کی ذمہ داریاں پوری طرح محسوس کرا کے ان سے شہادت ادا کرائی جائے"۔

(روداد مجلس شوریٰ محرم ۱۳۶۱ھ)

بحمد اللہ کہ معیارِ رکنیت کی اہمیت کا یہ احساس جماعت میں پوری طرح برقرار ہے، اور تحریک کے عوامی میدان میں داخل ہونے کے بعد جب کبھی اس مسئلے پر جماعت کے ذمہ دار کارکنوں نے غور کیا تو وہ ہمیشہ اسی نتیجے پر پہنچے کہ رکنیت کے معیار کو کسی طرح بھی گرایا نہیں جا سکتا۔

استحکام جماعت کا دوسرا تقاضا تربیت و تزکیہ ہے۔ تربیت و تزکیہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک جماعت کے حلقے میں جو لوگ

[1] اپریل ۱۹۴۵ء میں جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے مشورے سے امیر جماعت نے اس پالیسی میں ترمیم کر دی۔ اب براہ راست جماعت کی شرکت کی دعوت بھی دی جاتی ہے لیکن رکنیت کے معیار کو برقرار رکھنے کے لئے بھرتی میں حسب سابق پوری احتیاط برتی جاتی ہے۔

داخل ہوں، ان کے عقائد، خیالات، جذبات، زاویہ نگاہ، بنیادی اخلاق، اجتماعی سیرت اور سیاسی طرزِ عمل کی اصلاح اس اصول و مقصد کے مطابق کرنے کا انتظام ہو جسے لے کر کوئی جماعت کھڑی ہوئی ہے۔

استحکام کے اس تقاضے کو بھی جماعت اسلامی نے ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں لٹریچر کے ذریعے دین کا صحیح علم اور وقتی مسائل کے متعلق اسلامی بصیرت سے کام لینے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوششیں برابر جاری رہی ہیں۔ علاوہ بریں جماعت کے مقامی، حلقہ وار اور ملکی اجتماعات میں بھی ہمیشہ کارکنانِ جماعت کی ذہنی و عملی تربیت کیلئے اسباب بہم پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھر اسی تربیت و تزکیہ کے لئے جہاں جماعت کے اُمراء پر خاص ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں، وہاں ہر رکن میں اپنے دوسرے رفقاء کی اصلاح و خیر خواہی کا ایک عمومی جذبہ پیدا کرنے کیلئے ضروری تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

اسی تربیت و تزکیہ کے لئے مختلف اوقات میں تربیت گاہوں کا قیام عمل میں آتا رہا ہے، اور آئندہ بھی تربیت گاہوں کو قائم کئے بغیر کام نہیں چلایا جا سکتا۔

اس کے بعد استحکام کے تیسرے تقاضے کا نمبر آتا ہے، جو بظاہر بہت ہی ناخوش گوار فرض ہے! ——

—— یعنی تطہیرِ جماعت!

تطہیرِ جماعت کے معنی یہ ہیں کہ ایک اصولی جماعت جب اپنے کارکنوں میں سے کسی کے متعلق اس بات کا یقین کرنے کے لئے کھلے شواہد پاتی ہے کہ اس میں بنیادی نظریہ و مقصد سے وابستگی باقی نہیں رہی، یا اسے طریق کار سے اصولی اختلاف ہے، یا اس کا کیریکٹر مطلوبہ معیار کی کم سے کم حد سے گر رہا ہے، یا وہ نظم و ضبط کے تقاضوں کو پورا کرنے سے گریز کر رہا ہے، اور ان وجوہ میں سے کوئی ایک یا چند ایسی ہیں کہ اس کا جماعت میں رہنا جماعت کی تقویت کا ذریعہ بننے کے بجائے اس کیلئے موجبِ نقصان ہوگا، تو وہ اوّل تو اس کی اصلاح کی کوششیں کرتی ہے، ورنہ بالآخر اسے اپنے دائرے سے خارج کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

ایک جماعت کا عمل تطہیر گویا ایک جسم کے آپریشن کی حیثیت رکھتا ہے اور آپریشن کرنے سے بہرحال کچھ نہ کچھ درد ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ خون بہتا ہے، کوئی نہ کوئی حصہ بدن کٹتا ہے۔ چنانچہ جسطرح عام زندگی میں ایک مریض فرد

حتی الوسع آپریشن کو ٹالنا چاہتا ہے، اسی طرح جماعتیں بھی اپنے لئے آپریشن کا عمل بخوشی گوارا نہیں کرتیں بلکہ اسے ٹالنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن اس ناگزیر فرض کی ادائی میں ٹال مٹول کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ مرض کا زہر ایک عضو سے دوسرے اعضا تک پھیلتا رہے اور جسم کی قوت اس کی مدافعت میں ضائع ہوتی رہے۔

لیکن جماعتِ اسلامی کا آغاز کرتے وقت ہی استحکام کے اس تقاضے کی اہمیت ارکان جماعتِ اسلامی کے پیشِ نظر تھی، اور ناسازگاریٔ اتفاق یہ کہ ابتدائی مراحل ہی میں عمل تطہیر سے جماعت کو دوچار ہونا پڑا چنانچہ اجلاس شوریٰ شوال ۱۳۶۱ھ (بمقام دہلی) میں طے شدہ امور میں سے ایک یہ تھا کہ:-

"جماعت کے نظام میں احتیاط کی کوششوں کے باوجود ایک معتدبہ تعداد ایسے لوگوں کی داخل ہو گئی ہے جن کی ذہنی، اخلاقی و دینی حالت اس جماعت کی رکنیت کیلئے کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ ایسے ارکان کی اصلاحِ خیال و اصلاحِ حال کے لئے ایک مناسب مدت (جس کا تعین ہر شخص کی حالت کے لحاظ سے علیٰحدہ ہو سکتا ہے) مقرر کی جائے اور اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ان سے درخواست کی جائے کہ اس وقت تک نظامِ جماعت سے باہر رہیں جب تک وہ کم از کم اس معیار پر نہ پہنچ جائیں جو اس جماعت کی رکنیت کے لئے مطلوب ہے۔"

(رودادِ جماعتِ اسلامی حصہ اوّل)

پھر دوبارہ اجتماع دربھنگہ، اکتوبر ۱۹۴۳ء میں امیر جماعت نے دوبارہ جماعت کو عمل تطہیر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہدایت دی کہ:-

"جو لوگ تحریک کو اچھی طرح سمجھے بغیر جماعت میں آگئے ہیں اور جن کے اندر کوئی نمایاں اخلاقی تبدیلی نہیں پائی جاتی ان کو پختہ کرنے کی کوشش کی جائے، اور پھر بھی جن کے اندر خامی رہ گئی ہو ان سے درخواست کی جائے کہ نظامِ جماعت سے باہر رہ کر ہر ممکن طریق سے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔"

(رودادِ جماعتِ اسلامی حصہ اوّل)

ان ہدایات کے مطابق مختلف مواقع پر جماعت سے اصلاح پذیر نہ ہو سکنے والے افراد کا اخراج عمل میں آتا رہا ہے۔ اکثر تو ایسا ہوا ہے کہ جماعت کے ساتھ نہ چلنے والے ان افراد نے جو رکنیت کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو کوتاہ پاتے تھے خود آگے بڑھ کر درخواست پیش کر دی ہے کہ ان کو ارکان کی صف سے نکال کر ہمدردوں کی صف میں منتقل کر دیا جائے لیکن کبھی کبھی جماعت خود بھی بعض ارکان کا اخراج عمل

میں لانے پر مجبور ہوتی رہی ہے۔ اس قسم کی چھانٹی سے جماعت کی قوت میں کبھی کمی نہیں آئی بلکہ ہمیشہ اس کی رفتارِ کار میں اس سے اضافہ ہوا ہے۔

یہ مرحلۂ کشمکش جس میں سے جماعت اب گذر رہی ہے، اس کا آغاز کرتے ہوئے امیر جماعت سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی (حالِ اسیر پاکستان) نے مجلسِ شوریٰ کے مشوروں کی روشنی میں ایک دفعہ پھر جماعت کو فریضۂ تطہیر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ ہدایات دی تھیں کہ:۔

"اسلامی نصب العین کے لئے جو جد و جہد اب جماعت کے پیشِ نظر ہے اس کی اہمیت اور نزاکت کو دیکھتے ہوئے اب یہ ضروری ہے کہ ارکانِ جماعت کا معیارِ اخلاق و دیانت پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو۔ اور ان کے اندر جماعتی نظم و ضبط کے لحاظ سے کوئی خامی باقی نہ رہے اس لئے امرائے حلقہ اور قیمانِ حلقہ کا فرض ہے کہ ان دونوں حیثیتوں سے اپنے اپنے حلقوں کی جماعتوں اور منفرد ارکان کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔ نئے ارکان کی بھرتی میں بھی پہلے سے زیادہ چھان بین کی کوشش کریں اور سابقہ ارکان میں بھی اگر کچھ نامناسب لوگ موجود ہوں تو ان کو درست کرنے یا چھانٹ دینے کی کوشش کریں۔"

یہ ہدایت جس موقع پر دی گئی تھی، یہ وہ موقع تھا جبکہ تحریک عوامی میدان میں داخل ہو رہی تھی اور اس میدان میں آنے کے بعد جس طرح کی کشمکش کا سامنا کرنے کے امکانات تھے، ان کے پیشِ نظر یہ ممکن تھا کہ جماعت کی توجہ "کثرتِ تعداد" پر زیادہ منعطف ہو جائے۔ اس خطرے سے جماعت کو بچانے کے لئے اسے خاص طور پر بروقت متنبہ کر دیا گیا تھا"

ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ کشمکش سے دوچار ہو جانے کے بعد بھی کارکنانِ جماعت میں ایسے افراد شاذ ہی کہیں پائے گئے ہیں جنہیں کاٹ پھینکنے پر جماعت مجبور ہو گئی ہو لیکن اس کے باوجود جماعت کو اپنی "صحت و قوت" کو برقرار رکھنے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ چوکنا رہنا چاہیئے ——— کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آگے آنے والی منزلیں طے کردہ منزلوں سے زیادہ کٹھن ہوں اور ایمان و اخلاق کی کمزوریوں کو ساتھ لے کر ان کو عبور نہ کیا جا سکے! ——— اگرچہ اللہ سے ہماری عاجزانہ درخواست یہی ہے کہ وہ

آئندہ مراحل کو ہمارے لئے سہل تر بنائے اور ہماری کوتاہیوں اور کمزوریوں سے در گذر فرمائے!

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات ایک بار پھر اچھی طرح سمجھ لیجیئے کہ ہم جس کام کو کرنے اٹھے ہیں، وہ ایک ایسا مقدس کام ہے جسے ہمیشہ خدا کے چنے ہوئے خاص بندوں نے سرانجام دیا ہے ہم ان مقدس ہستیوں کے مقابلہ میں ہزار درجے فروتر ہیں، لیکن کرنے کا کام چونکہ یہی ہے اور اسے کرنے کا ہم نے تہیہ کرلیا ہے، لہٰذا ہر لحظہ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اس کام کی شان کے مطابق ایمان و اخلاق کا ایک خاص معیار قائم کریں اور اسے قائم رکھیں۔

لیکن جماعت نے رکنیت کے لئے جو ادنیٰ ترین معیار مقرر کیا ہے، اگر کوئی رکن محسوس کرے کہ وہ اس معیار سے گر رہا ہے اور وہ اس پر قائم رہنے کی ہمت نہیں پاتا تو جماعت اور اس کے نصب العین پر اس کا یہ بہت بڑا احسان ہوگا کہ وہ رکنیت کے مقام سے ہٹ کر ہمدردوں کی صف میں منتقل ہو جائے اسی طرح اگر ارکانِ جماعت اور بالخصوص امرائے جماعت کہیں کسی فرد کو معیارِ رکنیت سے گرتا ہوا پائیں تو اوّل تو اس کی اصلاح کی اور اس کو سہارا دینے کی کوشش کریں لیکن اگر وہ یہ محسوس کریں کہ ایک فرد رکنیت کے تقاضے پورے کرنے کے قابل نہیں رہا تو پھر تطہیر جماعت کے فرض کی ادائی میں ہرگز تساہل نہ کریں۔

اب جماعت جس مرحلے سے گذر رہی ہے، اس میں اگر اصلاح و تطہیر کے دوگونہ فرض سے غفلت کی جائے تو نہیں کہا جا سکتا کہ کس نازک گھڑی میں کہاں سے کون مفسدہ سر اٹھا کے سامنے آکھڑا ہو۔ ایک ایسی طاقت جو عصائے الٰہی کئے ہوئے غیر اسلامی اصولوں کو چیلنج کر رہی ہو، ایک ایسی طاقت جو فسق و فجور سے تصادم کا آغاز کر چکی ہو، اس کے حلقے کے اندر کا ایک فرد بھی اگر کہیں اسلامی اصولوں پر ایمان کامل کا ثبوت دینے میں کوتاہی کرے، امانت داری کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کمزوری دکھائے، فسق و فجور کی روش پر ایک قدم بھی دانستہ حرکت کرے تو ایسے ایک فرد کی بظاہر چھوٹی سی حرکت جماعت کی جدوجہد کو بہت بڑی حد تک کمزور کر سکتی ہے۔ ہم گھر سے باہر جن چیزوں کے خلاف لڑنے جا رہے ہیں وہ کسی وقت اگر خدانخواستہ خود ہمارے گھر میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے میں نمودار ہوں تو پھر ہمیں باہر کی جنگ بند

کر کے خود اپنے گھر میں لڑائی لڑنی پڑ جائے گی۔ دوسری جماعتیں ہزار گنا ذہنی انتشار کے باوجود جی سکتی ہیں۔ وہ اپنے ارکان کی کھلی کھلی خیانتوں اور بدمعاملگیوں کو گوارا کر سکتی ہیں، وہ ان کی پستیٔ اخلاق کے مظاہروں سے چشم پوشی کر سکتی ہیں، وہ اسلامی حیاداری کے خلاف ان کی گوناں گوں حرکات کو ہضم کر سکتی ہیں، وہ نظم کی رسمی پابندی کے ساتھ بدنظمی کے سارے نمونوں کو ساتھ لے کے چل سکتی ہیں لیکن اسلام کے صحیح نصب العین کے لئے کام کرنے والی جماعت کا مزاج اتنا لطیف ہوتا ہے کہ بے اصولے پن اور پستیٔ اخلاق کے ذرا سے تکدر کو بھی گوارا نہیں کرتا۔

یقین جانئے کہ اگر ہم سے کسی ایک فرد سے بے اصولے پن کا ظہور ہو تو جماعت کی قوت کو اس سے بہرحال دھکا لگے گا، اگر ہم سے کسی فرد کی طرف سے خیانت کاری اور بدمعاملگی کی کوئی ایک ادنیٰ مثال بھی سامنے آئے تو وہ ہماری کامیابی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن سکتی ہے، اگر ہم میں سے کسی فرد کی طرف سے نصب العین کی وفاداری میں کوئی کمی ظاہر ہو تو ہمارا بڑھتا ہوا قدم اس کی وجہ سے رک سکتا ہے، اگر ہم میں سے کسی ایک فرد کی طرف سے سمع و طاعت کے اسلامی ضوابط کی دانستہ خلاف ورزی کا قصور سرزد ہو جائے تو اس سے جماعت کی مجموعی سرگرمی مجروح ہوئے بغیر نہ رہے گی۔

پس ناگزیر ہے کہ جہاں ہم باہم دگر ایک دوسرے کی خیرخواہی اور اصلاح میں صدقدلی سے ممد و معاون ہوں، وہاں ہم ایسے مفاسد کے ظہور کو روکنے کے لئے مستعد سنتری بن کے بھی کھڑے ہوں جن سے جماعت کی جدوجہد پر براہِ راست یا بالواسطہ برا اثر پڑ سکتا ہے، اور اسی سلسلے میں اگر کہیں آخری قدم اٹھانے کی ضرورت پیش آ ہی جائے تو ہم اس کے لئے اپنے اندر پوری آمادگی کا جذبہ برسرکار رکھیں۔

یہ حقیقت البتہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ "اخراج" انتہائی تکلیف دہ اور آخری چارۂ کار ہے جو اصلاح کی ساری کوششوں کے ناکام ہو جانے پر کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی شخص کو رکنیت جماعت سے الگ کرنے کے بارے میں جماعت کی پالیسی ہمیشہ نہایت محتاط رہی ہے اور اس معاملے (باقی بر صفحہ ۸۶)

اشارات کا بقیہ !

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

میں سارا اختیار مرکز جماعت نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ چنانچہ آج تک جو اخراج بھی عمل میں آیا ہے وہ اصلاح کی کوششوں کو بار بار آزمانے اور متعلقہ افر[اد کو] متنبہ کرنے کے بعد عمل میں آیا ہے۔

ایک اصلاحی و تعمیری جماعت کا اصل کام کاٹ پھینکنا اور دھکیلنا نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کی کوشش ہمیشہ یہی ہو سکتی ہیں کہ وہ گرتوں کو سہارا دے، کمزوروں کی ہمت بندھائے، بگڑتوں کو سنوارے اور جن قوتوں نے اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے ایک مرکز پر سمیٹا ہو، انہیں کھینچ کھانچ کے ساتھ لے چلنے کی ساری تدابیر عمل میں لائے۔ اخراج تو صرف ایک مجبورانہ اقدام ہوتا ہے!

اقامتِ دین کی جدوجہد بہرحال انسانوں ہی کے ذریعے چلے گی، اور انسانوں میں بہرصورت کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں، کسی میں کم کسی میں زیادہ، کسی میں ظاہر کسی میں پنہاں، پس محض کسی کمزوری اور کسی غلطی کے صدور پر نہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر اپنی رحمت کے دروازے بند کرتا ہے اور نہ ایک خدا پرست جماعت کا یہ منصب ہو سکتا ہے کہ وہ محض کسی فرد سے غلطی سرزد ہو جانے پر اس پر اصلاح کے دروازے بند کر دے۔

وہ غلطیاں جو سہواً یا ناتربیت یافتگی کی وجہ سے یا کسی اچانک جذباتی حملے کے تحت محض بشری کمزوری کے طور پر سرزد ہو جائیں، ان کیلئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے دروازے کھلے ہیں، اسی طرح اللہ کے دین کی خدمت کرنے والی جماعت کے ہاں بھی اصلاح کے مواقع موجود رہنے چاہئیں۔ واضح رہے کہ بڑے سے بڑا مومن بتقاضائے بشریت بڑی سے بڑی غلطی کر سکتا ہے لیکن اگر وہ گناہ میں بالکل ہی بہک نہ جائے تو وہ اپنے دامن سے بڑے سے بڑے گناہ کے دھبے کو جذبۂ ندامت کے ذریعے دھو کر از سرِ نو ایک مومنِ صالح کی حیثیت پر قائم ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر دوسری طرف ایک گناہ کو سوچ سمجھ کر کیا گیا ہو، اس سے مسلسل لذت اندوزی یا نفع اندوزی کی جائے، یا اسے باقاعدہ پرورش دی جائے اور گناہ سرزد ہونے کے بعد فوراً اس امر کا کوئی ثبوت نہ ملے کہ جذبۂ انابت اور طرزِ عمل کی اصلاح کی فکر برسرِ عمل ہے تو معصیت کی یہ صورت ایسی ہے کہ اسے ایک ایسی جماعت اپنے حلقہ کے اندر گوارا نہیں کر سکتی جو اقامتِ دین [کے ل]ئے کشمکش کے مراحل سے گذر رہی ہو!

ان صورتوں کے علاوہ غلطیوں کی ایک قسم ایسی بھی ہوسکتی ہے کہ اگرچہ غلطی کرنے والا غلطی سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے، لیکن اس کی غلطی ایسے مستقل اثرات چھوڑ دے کہ اس کو ساتھ لے کے چلنا پوری تحریک کے لئے بہت بڑی مضرتیں رکھتا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایسی غلطیوں کے بارے میں اللہ کی مغفرت کا استحقاق ایک فرد میں پیدا ہو جائے لیکن جماعت نازک حالات سے گذرتے ہوئے اس کو ساتھ لے کے چلنے سے معذور ہو۔

اخراج کے بارے میں نہایت محتاط ہونے کے باوجود یہ بات بھی ضروری ہے کہ جب اس آخری چارۂ کار کے اختیار کرنے کا کوئی حقیقی موقع پیدا ہو جائے تو پھر جماعت کو اپنے اوپر جراحی کا عمل کرنے میں ان جذبات و حسیات کو مانع نہیں ہونے دینا چاہیئے جو ایسے حالات میں بہرحال ابھر آتے ہیں۔ تحریک کے مفاد کے لئے ان جذبات و حسیات کی قربانی دیئے بغیر ترقی کا قدم کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

خدا کے انبیا کے قائم کردہ جماعتی نظام کے درہم برہم ہو جانے کے بعد اگر اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے کوئی ایک یا چند جماعتی نظام قائم ہوں تو ان کی حیثیت یہ نہیں ہوتی کہ ایمان و اسلام صرف اُن کے دائرے کے اندر ہی پایا جائے اور جو ان کے دائرے سے باہر ہو اسے ایمان و اسلام سے محروم سمجھا جائے۔

پس غیر انبیا کی رہنمائی میں جو دینی جماعتیں برسرِ عمل آئیں، اُن سے کسی کا اخراج تکفیر کے ہم معنی نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں نظامِ اسلامی کے درہم و برہم ہو جانے کے بعد جو جماعتیں تجدیدِ دین کی کوشش کرنے لگی ہوں اُن کا منصب صرف دعوت و اصلاح ہوتا ہے، نہ کہ تکفیر۔ تکفیر تو دراصل اسلامی نظامِ حکومت کے عدلیہ .... کا کام ہے اور یہ ایک عدالتی کارروائی ہوتی ہے جسے اسلامی نظامِ قضا ہی سرانجام دے سکتا ہے۔

اخراج کے معنی یہ بھی نہیں ہوتے کہ ایک جماعت معصوم فرشتوں اور پاکبازوں کی جماعت ہے اور اس کے اندر انسانی فطرت (Human Nature) کے تقاضا ہائے لغزش کی کوئی سمائی نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ اقدام ایک جماعت کو صرف اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ وہ کم سے کم ایمان و اخلاق کے اس ادنیٰ ترین معیار کو ... رکھ سکے جسے قائم رکھے بغیر وہ اپنے نصب العین کے لئے کما حقہٗ جدوجہد نہیں کر سکتی۔ اس ادنیٰ ترین معیار کا تصور زمانے، ماحول اور انسانی فطرت کی عام کمزوریوں کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے ہی قائم ہوتا ہے

اور خود شریعتِ اسلامی نے اپنے کم سے کم مطالبات انسانوں کے سامنے رکھتے ہوئے بشریت کے جملہ تقاضوں کو بہرحال سامنے رکھا ہے۔

پھر "اخراج" کے معنی دوامی انقطاعِ تعلق کے بھی نہیں ہوتے، بلکہ ایک اصلاحی جماعت کے دروازے لوٹ کر آنے والوں کے لئے کھلے رہتے ہیں۔

کسی جماعت سے علیحدگی ایک فرد کو فوراً آزمائش کے ایک دوراہے پر لاکے کھڑا کر دیتی ہے۔ اب یا تو وہ اپنے اصول و نصب العین سے حقیقی وفاداری نہ رکھنے کی صورت میں ایک جذباتی بحران کی رو میں بہنے لگتا ہے اور اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور یا پھر اگر اس کے دل میں اصول اور نصب العین کی وفاداری مستحکم ہو تو وہ از سرِ نو اپنی ذہنی و اخلاقی تعمیر کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور ایک نئے ولولہ کار کے ساتھ پچھلی کوتاہیوں کی تلافی کا سامان کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اگر پہلی صورت رونما ہوتی ہے تو ایک فرد اپنی نااہلیت کو خود ہی کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو دستوری علیحدگی کے باوجود وہ ایک نصب العین سے جوں کا توں وابستہ رہتا ہے اور اس کے لئے بعید نہیں ہوتا کہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر لے یا اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ بلند سطح پر لے جائے!

آخر میں ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اسکی راہ میں جن لوگوں نے اب تک قدم بڑھایا ہے اُن میں سے کوئی ایک بھی قدم پیچھے ہٹانے والا ثابت نہ ہو اور وہ کبھی ایسا موقع نہ لائے کہ ہم میں سے کسی کی خدمات سے جماعت اپنے آپ کو محروم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ وہ ہم کمزور لوگوں کے لئے خود قوت بن جائے، وہ ہمیں جذبۂ صادق عطا کرے اور ہماری سیرتوں کو اس مقصد کے مطابق بنانے میں ہماری مدد فرمائے جسے لے کر ہم جیسے ادنیٰ لوگ میدانِ عمل میں آ رہے ہیں۔